

Role of GO's and NGO's in De-Islamization of Pakistan's School Curricula

Hafiz Tariq Saeed

MPhil Student, Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus, tariqseed8@gmail.com

Dr. Muhammad Kalim Ullah Khan

HOD, the Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus. Email: kalim.ullah@skt.umat.edu.pk, kalimullah_khan786@yahoo.com

Rubina

Lecturer, Govt. Associate College Kapoor Wali, Sialkot, rubinakal552@gmail.com

Abstract

The concept of religious experience is relatively modern and refers to modes of knowing that transcend reason and empirical awareness, serving religious and mystical purposes. While its primary connotation is divine revelation, the term is also employed to describe inspiration, intuition, and extraordinary psychological states. Despite objections to its use, the writings of William James and Allama Iqbal have established its prominence in modern discourse. Within Islamic teachings, however, revelation and reason are regarded as distinct sources of knowledge. This study upholds that distinction in analyzing the nature of religious experience. Unlike scientific inquiry, which depends on rationality, sensory perception, and empirical methods, religious experience—understood here as revelation—functions as an independent mode of knowledge, unmediated by argumentation or the senses. This research explores how both religious and scientific experiences have shaped human thought and highlights Allama Iqbal's efforts to integrate these two domains, with particular attention to the distinctive role of religious experience in his philosophical outlook.

Keywords: Religious experience, Divine revelation, Reason, Scientific method, Human thought, Allama Iqbal

تمہید

مذہبی تجربہ ایک جدید اصطلاح ہے جو کہ ماورائے عقل و شعور سے دیگر ذرائع علم و عرفان کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر اس کا مدلول وحی ہے جبکہ یہ الہام و وجدان اور غیر معمولی نفسیاتی تجربات کے لیے بھی مستعمل ہے۔ اس اصطلاح پر اعتراض بھی کیے گئے ہیں۔ تاہم ولیم جیمز اور علامہ اقبال کی تحقیقات میں اسے بہت زیادہ استعمال کرنے کی وجہ سے یہ بہت مقبول اور معروف ہو گئی۔ واضح رہے کہ تعلیمات اسلامیہ میں وحی اور الہام کے درمیان خط فاصل قائم ہے۔ مذہبی تجربہ کی تفہیم و تشریح کے وقت مندرجہ بالا فرق کو رو کر رکھنا ناگزیر ہے۔ اس تحقیق میں اس فرق کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مذہبی تجربہ یا وحی کی عام فہم اصطلاح کے مطابق یہ وہ ذریعہ علم ہے جس میں تفکر و استدلال اور حواس خمسہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ جبکہ سائنسی طریق عقل و حواس کا محتاج ہے یعنی اس طریق کی بنیاد ہی تعقل و تفکر اور حواس پر مبنی ہے۔ مذکورہ بالا موضوع تحقیق میں یہی بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح مذہبی تجربہ اور سائنسی تجربہ نے فکر انسانی کی تشکیل میں کردار ادا کیا۔ مزید یہ کہ علامہ اقبال کے افکار میں مذہبی اور سائنسی فکر کے امتزاج اور مذہبی فکر کے نمایاں پہلوؤں کی جو نشاندہی کی گئی ہے، ان کو یہاں پر اجاگر کیا گیا ہے۔

تعارف

انسان کو جب سے شعور کی صلاحیت عطا ہوئی اس نے حصول علم کے لیے مختلف ذرائع کا سہارا لیا ہے ان ذرائع میں اہم ترین ذریعہ ایک عقل اور دوسرا وجدان یا وحی ہے۔ عہد قدیم سے عہد حاضر تک فلسفیوں کے نزدیک سب سے اہم ترین ذریعہ علم عقل ہے جب کہ انبیاء اور مذہبی لوگوں کے نزدیک زیادہ معتبر اور بنیادی ذریعہ علم وحی ہے۔ عقل کے پستاروں اور مذہبی پیروکاروں کے مابین ان دونوں ذرائع علم کی معتبریت، حتمیت اور صداقت کے حوالے سے بحث و افکار فکر و شعور انسانی کا اہم ترین باب ہے۔ جب کبھی انسان نے عقل پر اندھا دھند اعتماد کر کے اپنی ہلاکت کا سامان کر لیا تو اس وقت مذہب نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے راہ راست پر لگایا، اس طرح انسان نے جب مذہب کی غلط تفہیم کر کے اپنے لیے اگے بڑھنے کے راستے بند کر لیے تو اس وقت حصول منزل کے لیے عقل چراغ راہ بن کر انسان کی رہنما و معاون بنی۔ سابقہ چینلجز کی طرح عہد حاضر میں بھی انسان سائنس پر حد سے زیادہ اعتماد کر کے یہ نتیجہ اخذ کرنے لگ گیا کہ اب اسے عقل کے سوا کسی اور رہنما کی حاجت نہیں ہے، یعنی عقل ہی سب کچھ ہے جس نے سائنسی طریقہ وضع کر کے مذہب کو نہ صرف غیر متعلق کر دیا ہے بلکہ اس کے مقدمات اور اعلیٰ صداقتوں کو ہی غیر حقیقی ثابت کر دیا

ہے۔ یہی وہ بڑی غلط فہمی ہے جس نے جدید ذہن کو مذہب سے نہ صرف باغی کر دیا ہے بلکہ اس کے لیے سائنس ایک مکمل مذہب بن چکا ہے۔ علامہ اقبال جو کہ عہد جدید کے سب سے بڑے متکلم ہیں انہوں نے اپنے شہرہ آفاق خطبات ”The Reconstruction of Religious Thought in Islam“ میں اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی تجربہ (وحی یا الہام) انتہائی قابل اعتماد اور اہم ہے جتنا کہ کوئی سائنسی تجربہ یا مشاہدہ لائق اعتبار ہے۔ عمومی طور پر مذہبی تجربہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لیے یا اس کی صداقت جانچنے کے لیے کوئی معیار نہیں ہے علامہ اقبال نے نفس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی طرح سائنسی طریق کی نارسائی اور عقل کی محدودیت پر بھی علامہ اقبال کے نظریات نہایت معنی خیز اور محل نظر ہیں۔ اسلامی تاریخ ایسی عبقری شخصیات سے بھری پڑی ہے جنہوں نے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے دانش دوراں کے مضمر پہلوؤں کی نہ صرف بیخ کنی بلکہ اسلام کو کسی بھی عہد اور فکر کے مقابلے میں ایک بہترین اور کامل، نظام فکر و حیات کے طور پر پیش کیا۔ اس طرح انہوں نے فکر اسلامی پر صدیوں سے پڑی غیر اسلامی افکار کی گرد کو صاف کر کے اس کا اجلا اور حقیقی چہرہ زمانہ کے سامنے پیش کیا۔ فقہاء و متکلمین کے اس کارنامہ نے اسلام کو صرف ایمانی یا الوہی بنیادوں پر ہی نہیں بلکہ عقلی اور استدلالی بنیادوں پر بھی لوگوں کے لیے زیادہ قابل عمل نظام فکر و حیات کے طور پر ثابت کیا۔

ایک عہد تھا جب یونانی فکر نے مسلمان مفکرین کو اس حد تک مرعوب کر دیا کہ وہ اسلامی فکر سے یا تو مکمل طور پر ہٹ گئے یا پھر اس کی ایسی تعبیر کی جس سے اسلامی اور قرآنی فکر مسلم اذہان کے سامنے دھندلا گئی۔ ایسے حالات میں امام غزالی جیسی قد آور شخصیات نے وہ تاریخی کردار ادا کیا جس کی بازگشت آج تک عالمگیر فکر انسانی میں بخوبی سنی جاسکتی ہے۔ یہی وہ دور تھا جب یونانی فکر و فلسفہ کے ساتھ الہام و وحی کی ماہیت اور حقیقت زیر بحث آئی۔ ان مسلم مفکرین نے اسی رائج فکر و فلسفہ کو بروئے کار لاتے ہوئے نہ صرف وحی کی حتمیت اور قطعیت ثابت کی بلکہ یونانی فکر و فلسفہ پر تعمیر کردہ فکر کی فلک شفاف عمارت زمین بوس کر دی۔ عہد جدیدیت اور مابعد جدیدیت میں بھی مسلمانوں کو کچھ اس طرح کی صورت حال کا سامنا ہے فقط اصطلاحات کا فرق ہے۔ اُس وقت عقل و وحی کے مابین تضاد و اشتراک جیسی اصحات زیر بحث تھیں۔ اب سائنس اور مذہب یا سائنسی تجربہ اور مذہبی تجربہ کے افتراق و اشتراک جیسی اصحات زیر بحث ہیں۔ اس وقت بھی یونانی منطق و فلسفہ کا شکار ہو کر لوگ گر اہی و الحاد کی طرف چلے گئے، آج بھی لوگ سائنسی تجربات و ایجادات سے مرعوب ہو کر لوگ دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ جدید نفسیات نے جب سے ماورائے حواس شعور کی دیگر تہیں اور پہلو دریافت کیے ہیں، مذہبی نفسیات کی صداقت کے کئی معیارات سامنے آچکے ہیں۔

عشرت حسین، علامہ اقبال کے مذہبی تجربہ کے بارے میں خیالات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

اب اقبال کا کہنا یہ ہے کہ تجربے کی عام سطح سے بلند تر بھی ایک سطح ہے جو وجدانی تجربے کی سطح ہے۔ وجدانی تجربہ ایک نادر تجربہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور بنیادی طور پر دوسرے تجربوں سے مختلف ہے جو نہ ادراک ہے نہ فکر۔ وجدان میں ہم فکر و ادراک کی حدود سے باہر چلے جاتے ہیں۔ وجدان، حقیقت کا حضوری یعنی بلا واسطہ تجربہ ہے۔ اس تجربے میں حقیقت فی نفسہ ہم پر منکشف ہوتی ہے۔ حضوری یا بلا واسطہ تجربے کی حیثیت سے یہ ادراک سے مشابہ ہے۔ وجدان، قلب کی مخصوص صفت یا خاصیت ہے، یہ ذہن یا عقل کا خاصہ نہیں ہے۔ ذہن یا فکر صرف عالم مظاہر یعنی عالم مجاز کو یا الفاظ دیگر حقیقت کے اس پہلو کو جو حسی ادراک میں منکشف ہوتا ہے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اس کے برعکس قلب ہمیں حقیقت کے ایسے پہلو سے روشناس کراتا ہے جہاں حسی ادراک کی رسائی نہیں۔¹

امام غزالی نے اپنے رسالہ ”علم لدنی“ میں کبھی علم کی وضاحت کے بعد وحی (و وجدان) کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس طرح تحریر کیا ہے:

جب نفس کی ذات کامل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن عنایت سے اس نفس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوتا ہے الٰہی نظر سے اس کی طرف دیکھتا ہے، اس کو لوح بناتا ہے اور نفس کلی کو قلم اور اس نفس میں جمع علوم لکھ دیتا ہے۔ عقل کل معلم اور نفس قدسی متعلم بن جاتا ہے اور اس نفس کو جمع علوم حاصل ہو جاتے ہیں۔ عقلاء کے نزدیک یہ بات قرار پائی کہ وہ غیبی علوم جو وحی کے ذریعے پیدا ہو وہ کبھی علوم کی نسبت زیادہ قوی و مکمل ہوتا ہے اور وحی کا علم انبیاء کی وراثت ہے اور رسولوں کا حق ہے۔ علم لدنی وہ علم ہے جس کے حصول کے وقت نفس اور باری تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ وسیلہ نہ ہو۔ بلکہ وہ ایک روشنی ہو۔ جو غیبی چراغ سے ایک صاف سادہ اور لطیف دل پر براہ راست پڑ رہی ہو۔²

مذہبی یا سائنسی تجربہ کے مہبط یا محل ادراک بالترتیب قلب اور عقل ہیں۔ یعنی مذہبی تجربات میں وسیلہ ”علم“ قلب ہے جبکہ سائنسی تجربات میں وسیلہ ”علم“ عقل ہے۔ ”کو گردانا جاتا ہے۔ بعض مفکرین، ادباء اور شعراء ان دو کو متضاد اعضاء کے طور پر دیکھتے ہیں اور بعض انہیں باہم مربوط مان کر ایک دوسرے کا معاون سمجھتے ہیں۔ جو علم ماورائے عقل و استدلال کے حاصل ہو اس کا ماخذ قلب و وجدان تسلیم کیا جاتا ہے۔ قلب و عقل کی ماہیت اور ان کے وظائف کے حوالے سے مسلم علماء و صوفیاء نے کافی کچھ بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے قلب و عقل کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اس طرح فرمایا ہے:

نفس مناسب بروح ہوائی است و عقل بروح سماوی و قلب بنفس ناطق و لہذا اقدام صوفیہ قلب را عبارت از لطیفہ انسانیہ بجمع شرابا داشتہ اند و عقل را سالن روح فرض کردہ و چون سالک از غلبہ روح ہوائی فی الجملہ خلاص یابد و اور اباد جزو لطیف کار افتد اور روح گرد و عقل او سر شود۔³

نفس روح ہوائی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور عقل روح سماوی سے اور قلب نفس ناطق سے، اس لیے متقدمین صوفیاء نے اپنی تمام شاخوں سمیت اصل لطیفہ انسانیہ قلب ہی کو قرار دیا ہے، اور انہوں نے عقل کو روح کی زبان فرض کیا ہے، جب سالک روح ہوائی کے تسلط سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور اس کا واسطہ وہ لطیف اجزا سے پڑتا ہے تو اس کا قلب روح بن جاتا ہے اور اس کی عقل سر ہو جاتی ہے۔

علامہ اقبال رح نے درج ذیل آیت کریمہ سے وجدان کا تصور اخذ کیا ہے جس کا مہبط و محل قلب ہے۔
ثُمَّ مَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔⁴

نواد قلب کا دوسرا نام ہے۔ قلب کے بارے میں قرآن حکیم میں مختلف آیات وارد ہوئی ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قلب میں بھی ایک قسم کی بصیرت اور تفکر و تفقہ کی گہری صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی قلب کے بارے میں لکھتے ہیں:

دل سے مراد ذہن ہے جو حواس کے ذریعے سے حاصل شدہ معلومات کو مرتب کر کے ان سے نتائج نکالتا ہے اور عمل کی مختلف امکانات میں سے کوئی ایک راہ منتخب کرتا ہے اور اس پر چلنے کا فیصلہ کرتا ہے۔⁵

وجدان و وحی جسے علامہ اقبال رح نے زندگی کی خاصیت قرار دیا ہے، ابوالکلام آزاد، ذی ارواح میں اس الہام و وجدان کی موجودگی اور اس کے کردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجدان کی ہدایت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر مخلوق کی طبعیت میں کوئی ایسا اندرونی الہام موجود ہے جو اسے زندگی اور پرورش کی راہوں پر خود بخود لگا دیتا ہے اور وہ باہر کی رہنمائی و تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی۔ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا، جو نہی شکم مادر سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں کے سینے میں ہے۔ بلاشبہ یہ ربوبیت الہی کی وجدانی ہدایت ہے۔ جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے اور جو ان پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔⁶

امام غزالی نے بھی قلب کی فاعلانہ حیثیت کے بارے میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

جس طرح ظاہری آنکھوں کی بینائی کی قدر و قیمت ہے اور اس کے نہ ہونے سے انسان ٹھوکریں کھاتا ہے اور الجھتا ہے اسی طرح دل کی بینائی اور بصیرت بھی ہے اور وہ بھی ادراک کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ چشم ظاہر کے لیے بصارت، بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر رہا ہے۔ قرآن کی متعدد آیات میں قوائے ظاہر اور قوائے باطن میں جو ایک لفظ کا تشابہ ہے اس کو واضح کیا ہے اور باطن کی صلاحیتوں اور قوتوں سے متعلق ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو ظاہر و جسم کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے رویت کا تعلق جسمانی آنکھ سے ہے لیکن یہی لفظ دل کی بصیرت کے لیے بھی آیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ما کذب الفؤاد وما رأى

دل نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں کچھ جھوٹ نہیں⁷

امام غزالی قلب (حل وجدان) کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:

قرآن مجید یا حدیث شریف میں لفظ قلب واقع ہے پس اس سے مراد وہ چیز ہے جو انسان میں سمجھتی ہے۔ اور حقیقت اشیا کو معلوم کرتی ہے اور اس کو کنایتاً اس قلب پر بولتے ہیں جو آدمی کے سینے میں ہے کیونکہ اس لطیفہ قلب اور جسم قلب میں ایک علاقہ خاص ہے۔⁸

قرآن کے مطابق حصول علم کے کیا ذرائع ہیں؟ اس حوالے سے بختیار صدیقی لکھتے ہیں:

علم کے متعلق فلسفیانہ نظریوں میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ صرف جزوی طور پر صحیح ہیں اور کلی طور پر غلط۔ عقل کے حامی کہتے ہیں کہ علم صرف عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدے اور تجربے کا حامی کہتے ہیں کہ علم صرف ظاہری حواس سے حاصل ہوتا ہے۔ وجدان کے حامی کہتے ہیں کہ علم صرف دل کی فوری گواہی سے حاصل ہوتا ہے، اہل مذہب کہتے ہیں کہ علم حق کا سرچشمہ الہی ہے۔ یہ سب نظریے جزوی طور پر اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، لیکن اگر کل کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ سب غلط ہیں۔ قرآن نے علم کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں جامعیت اور کلیت کی شان پائی جاتی ہے۔ اس نے بیک وقت حواس، عقل، وجدان اور وحی کو علم حق کا ذریعہ قرار دے کر اس کے دائرے کو اس قدر وسیع کر دیا کہ ارض و سما کی وسعتیں اس کی زد میں آگئیں۔⁹

مذہبی تجربہ کا معیار صداقت

مذہبی تجربہ کو ٹیسٹ کرنے اور اسکی صداقت کا اندازہ لگانے کے حوالے سے ولیم جیمز اور علامہ اقبال کی فکر کے حوالے سے مزید تبصروں لکھتے ہیں:

For James pragmatism is "the attitude of looking away from first things, principles, categories, supposed necessities; and of looking towards last things, fruits, consequences, facts. Thus the pragmatic test is judging the value of a thing by its fruit. Applying it to mystic experience; James says that the value of mystic experience should not be judged by its roots but by its fruit....Iqbal too applies the pragmatic test to evaluate the prophetic experience. Thus his (Prophet) returns amounts to a kind of pragmatic test of the value of his religious experience. James is not originator of this test. In Islamic world, among many other thinkers, Rumi said the same – rather in a better way over about six hundred years before James.¹⁰

علامہ اقبال اور ولیم جیمز مزدونوں مذہبی تجربہ کی تشخیص کے لیے "عملی یا نتائجیت" ٹیسٹ کو بروئے کار لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یعنی کسی بھی مذہبی تجربے کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ اس کے ثمرات پر غور کیا جائے۔ علامہ اقبال نبی کے مذہبی تجربہ (وحی) پر اس کا اطلاق کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ جب وہ اس تجربہ سے واپس آتا ہے تو معاشرے میں انقلاب برپا کرتا ہے۔ اس طرح وہ صوفی کے تجربہ سے نبی کے تجربے کو ممتاز کرتے ہیں۔

علامہ اقبال رح صوفی اور نبی کے مذہبی تجربے میں فرق واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

Both the mystic and the prophet return to the normal level of experiences, but with this difference that the return of the prophet, as I will show later, may be fraught with infinite meaning for mankind.¹¹

بہر حال صوفیہ ہوں یا انبیاء دونوں طبعی واردات کی دنیا میں واپس آ جاتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے فرق ہے تو یہ کہ نبی کی بازگشت نوع انسانی کے لیے بڑے بڑے دوسرے نتائج مرتب کرتی ہے۔ مزید کہ صوفی کا تجربہ اس کی ذات کے ساتھ خاص ہوتا ہے جس کا مکلف کوئی دوسرا نہیں بن سکتا۔ جب کہ نبی کا تجربہ دوجی سب کے لیے ہوتی ہے، اس کی پیروی تمام امت کو کرنا ہوتی ہے۔

مذہبی تجربہ اور سائنسی تجربہ میں فرق

مذہبی تجربات و معتقدات کے بارے میں نفسیات کے ایسی تنازعہ مباحث کا بنیادی محرک وہ نقطہ نظر ہے جس نے شعور کو مادہ ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ لہذا ایسی فکر کے حامل جب شعور کو طبعی بنیادوں پر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ مابعد الطبیعیہ یا تاتقیہ کی کوشش کرتے ہیں تو کوئی بنیادی حقائق رکھنے کے باوجود وہ حقیقت اور ابطال کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ دوجی و مذہب کو ذہن انسانی کی خود ساختہ اختراع ثابت کرنا ایسی ہی سطحی جسارت ہے۔

جو سائنسدان مذہبی عقائد و تصورات کی تشریح سائنسی، مادی اور طبیعیاتی بنیادوں پر کرتے ہیں اس غلط فہمی کو علامہ اقبال اس طرح واضح کرتے ہیں:

Religion is not physics or chemistry seeking an explanation of nature in terms of causation, it really aims at interpreting a totally different region of human experience _ religious experience _ the data of which can not be reduced to the data of any other science.¹²

علامہ اقبال سائنسی طریق کی اہمیت کے ساتھ اس کی اساسی خامی واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

We must not forget that what is called science is not a single systematic view of Reality. It is a mass of sectional views of Reality-fragments of a total experience which do not seem to fit together. Natural science deals with matter, with life, and with mind; better guide then the footprints of the day, but the moment you ask the question how matter, life, and mind are mutually related, you begin to see the sectional character of the various sciences the deal with them and the inability of these sciences, taken singly to furnish a complete answer to your question.¹³

یعنی سائنس حقیقت کوئی مربوط ادراک نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیتی ہے۔ ظاہری بات ہے جس سے کوئی بھی حقیقت کی ایک واضح اور مکمل تصویر نہیں آ سکتی۔ جس طرح کے قدرتی سائنس میں مادہ، زندگی اور ذہن حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ سائنس ان سب کو متفرق علوم کے تحت مطالعہ کرتی ہے۔ جب کوئی حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کرے تو وہ کسی خاص تناظر یا زاویہ سے دیکھے گا۔ حیاتیات کے مطالعہ کرنے والے سے نفسیات کے پہلو مخفی رہیں گے اور نفسیات کا مطالعہ کرنے والے سے طبیعیات کے پہلو او جھل رہیں گے۔ عقل استقرائی اپنی بے شمار خوبیوں کے باوجود اس بنیادی نقص کی وجہ سے حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے ایسے طریق کی ضرورت ہے جو حقیقت کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی بجائے اور ایک کل کی صورت میں پیش کرے۔ اور یہ صرف مذہبی تجربہ سے ممکن ہے۔ جس کی بہترین مثال دوجی ہے۔

سائنسی تجربہ اور مذہبی تجربہ کے باہم استخراجی پہلو

عمومی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس معروضی حقائق کا نام ہے جب کہ مذہب پہلے سے طے شدہ مفروضات و تسلیمات پر ڈٹے رہنے کا نام ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے سائنس کی فلاسفی یا علمیات بھی چند بنیادی موضوعی معتقدات پر قائم ہے۔ سائنسی طریق میں یہ معتقدات اساسی اہمیت کے حامل ہیں۔ جس طرح کہ فطرتی قوانین کی وضاحت کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا انکار کیا جاتا ہے۔ سائنسی عمل و تجربہ استقرائی طریق کار کے رہین منت ہیں جس میں کسی شے کی حقیقت کا ادراک جز سے کل کی طرف کیا جاتا ہے۔ جبکہ مذہبی تجربہ یا عقیدہ جس میں استخراجی طریقہ تحقیق بنیادی اہمیت رکھتا ہے جس میں جزئیات کی تصدیق و تردید "کلیت" سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ کسی مسئلہ میں قرآن و سنت کی دستیاب ہدایات ہی معیار تصدیق و تردید ہوں گی، نہ کہ کسی فقیہ یا مجتہد کا ذاتی فہم اور رجحان۔ اس کے برعکس کلاسیکل سائنس میں جب سائنس دان کسی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے تو استقرائی طریق کو بنیاد بناتے ہوئے جزئیات کی تحلیل و ترکیب کرتے ہوئے اسے کل سے جوڑ کر اس کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ ایٹم کے چھوٹے سے چھوٹے ذروں کو تقسیم کر کے جو نتیجہ اخذ کیا گیا اس کا اطلاق کائنات کے بڑے سے بڑے سیارگان پر کیا گیا اور یہ نظریہ اور اصول بنایا گیا کہ کائنات کے ذرے ہوں یا سیارے تمام کے تمام ایٹمز کے بالیکولز کی مختلف شکلیں ہیں۔ ماڈرن میکرو سائنس میں اب استخراجی طریق کا استعمال بھی عمومی شکل اختیار کر گیا ہے۔ جیسا کہ نظریہ ارتقاء یا مادہ کو حتمی حقیقت سمجھ کر سائنس مفروضات کی تشریح ان کے ماتحت کی جاتی ہے۔ حالانکہ نظریہ ارتقاء اور مادہ کو حتمی حقیقت ماننے والے تھیوریٹ پر ماڈرن سائنس میں ہی تنقید ہو رہی ہے۔ ان نظریات کی کئی خامیاں واضح بھی ہو چکی ہیں۔

محمد زبیر ماڈرن سائنس میں اس نئی پیش رفت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ہم کلاسیکل سائنس کے دور سے ماڈرن سائنس کے دور میں داخل ہو چکے ہیں جو کہ اکثر و بیشتر نظریاتی سائنس ہے اور اپنے ثبوت میں مذہب کی طرح اندھے ایمان کی متقاضی ہے۔ کشش ثقل اور رد عمل کا قانون وغیرہ کلاسیکل فزکس کے موضوعات ہیں کہ جن کا مشاہدہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ ماڈرن فزکس کے موضوعات مابعد الطبیعیہ ہیں جو کہ مذہب کے ہیں۔ اور ان موضوعات پر سائنسدانوں کے غور و فکر کرنے اور ان کو ثابت کرنے کا طریق کار بھی کل کا کل مذہبی نوعیت ہی کا ہے۔

مجدد ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ ہم آزاد خیالی کے قائل ہیں کہ جسے یہ عقلانی تفکر Rational Thinking کا نام بھی دیتے ہیں حالانکہ ان کا سوچ و بچار متعصب اور جانبدار ہوتا ہے۔ خدا کے وجود کے

بارے آزاد خیالی کا نتیجہ لا ادریت تو ہو سکتا ہے لیکن دہریت اور انکار خدا کسی صورت نہیں۔¹⁴

علامہ اقبال سائنسی تجربہ اور مذہبی تجربہ کے باہمی تعلق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Nor is there any reason to suppose that thought (Scientific experience) and intuition (Religious experience) are essentially opposed to each other. They spring up from the same root and complement each other. The one grasps Reality piecemeal, the other grasps it in its wholeness.¹⁵

علامہ اقبال کے مطابق فکر و وجد ان کو باہم متضاد سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی بڑے پھوٹے ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ ایک حقیقت کا ٹکڑوں میں ادراک کرتا ہے اور دوسرا پوری حقیقت کا کامل مدرک ہے۔ یعنی مذہبی تجربہ (وحی) میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ حقیقت کو سائنسی اور عقلی طریق کے بجائے زیادہ بہتر طور پر دیکھ سکتی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت کو کلیت کی صورت میں دیکھتی ہے۔

خلاصہ بحث

علامہ اقبال جو کہ عہد جدید کے بلند پایہ متکلم ہیں انہوں نے اپنے شہرہ آفاق خطبات "The Reconstruction of Religious Thought" میں یہ حقیقت واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی تجربہ (وحی یا الہام) اتنا ہی قابل اعتماد اور اہم ہے جتنا کہ کوئی سائنسی تجربہ یا مشاہدہ لائق اعتبار ہے۔ عمومی طور پر مذہبی تجربہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لیے یا اس کی صداقت جانچنے کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔ حالانکہ ان تجربات کے نتائج سے ان کی حقیقت کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔ سائنسی عمل و تجربہ استقرائی طریق کار کے رہن منت ہیں جس میں کسی شے کی حقیقت کا ادراک جز سے کل کی طرف کیا جاتا ہے۔ جبکہ مذہبی تجربہ یا عقیدہ جس میں استخراجی طریقہ تحقیق بنیادی اہمیت رکھتا ہے جس میں جزئیات کی تصدیق و تردید "کلیت" سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ کسی مسئلہ میں قرآن و سنت کی دستیاب ہدایات ہی معیار تصدیق و تردید ہوں گی، نہ کہ کسی فقیہ یا مجتہد کا ذاتی فہم اور رجحان۔ اس کے برعکس کلاسیکل سائنس میں جب سائنس دان کسی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے تو استقرائی طریق کو بنیاد بناتے ہوئے جزئیات کی تحلیل و ترکیب کرتے ہوئے اسے کل سے جوڑ کر اس کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ ایٹم کے چھوٹے سے چھوٹے ذروں کو تقسیم کر کے جو نتیجہ اخذ کیا گیا اس کا اطلاق کائنات کے بڑے سے بڑے سیارگان پر کیا گیا اور یہ نظریہ اور اصول بنا لیا گیا کہ کائنات کے ذرے ہوں یا سیارے تمام کے تمام ایٹمز کے مالیکیولز کی مختلف شکلیں ہیں۔ ماڈرن میکرو سائنس میں اب استخراجی طریق کا استعمال بھی رواج پا گیا ہے۔ اگر قرآنی احکامات کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو با آسانی اس نتیجہ تک پہنچا جاسکتا ہے کہ کامل ہدایت و رہنمائی کے لیے یہ ایسے فکری مزاج و طریق کی نشاندہی کرتا ہے جو عقل و تفکر اور وجدان و الہام کے سنگم سے تشکیل پاتا ہے۔ فکر انسانی کی تشکیل میں سائنسی اور حسی تجربہ کی اس لیے اہمیت ہے کہ ان کی بدولت انسان نے قدرتی اور مادی وسائل کو تسخیر کیا جبکہ مذہبی تجربہ کی بدولت اس نے انسانوں کے درمیان باہمی رشتوں، اخلاقیات اور باری تعالیٰ سے تعلقات کی نوعیت کو جاننا۔

حوالہ جات

¹ عشرت، حسین، اقبال کی مابعد الطبیعیات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور: 25-27

² غزالی، امام محمد، علم لدنی، مترجم: غلام ربانی لودھی، صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ کمپنی لمیٹڈ، پنڈی بہاوالدین، ص 20-22

³ ولی اللہ دہلوی، شاہ، الطاف القدس، عکس نسخہ خط فارسی، علی گڑھ یونیورسٹی، ص 9

⁴ القرآن: 32/9

⁵ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، سن 4/296

⁶ آزاد، مولانا ابوالکلام، تفسیر ترجمان القرآن، لاہور: عرفان افضل پریس، 1931ء، 80/I

⁷ ندوی، حنیف، افکار غزالی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1966ء، ص 395

⁸ غزالی، ابو حامد، احیاء العلوم "لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سن 12/ص

⁹ صدیقی، مختیار حسین، مسلمانوں کی تعلیمی فکر کا ارتقاء، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2009ء، ص 7

- ¹⁰ Qaiser, Nazeer "Iqbal and Western Philosophers", Iqbal Academy Pakistan, Lahore: 2011, p124
- ¹¹ Iqbal, Sir Muhammad, "The Reconstruction of Religious Thought In Islam", London: Oxford press, 1934, p.18
- ¹² Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious thought in Islam, p6
- ¹³ Iqbal, Muhammad, Reconstruction of Religious Thought in Islam, Dodo Press, 2009, p142

¹⁴ محمد زبیر، وجود باری تعالیٰ، مذہب، فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں، لاہور: دار الفکر الاسلامی، 2017ء، ص106

¹⁵ Iqbal, Sir Muhammad, "The Reconstruction of Religious Thought In Islam", Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2011, p:4

1. 'shrat, Hussain, Iqbal ki Mabadi al-Tabi'at, Iqbal Academy Pakistan, Lahore: 25-27
2. ghazali, Imam Muhammad, 'Ilm Ludhni', Translator: Ghulam Rabbani Lodhi, Sufi Printing and Publishing Company Limited, Pindi Bahawaldeen, p. 20-22
3. Wali Allah Dehlvi, Shah, 'Altaf al-Quds', Aks Nuskha Khat Farsi, Ali Garh University, p. 9
4. Al-Quran: 32/9
5. Maududi, Abul A'la, Tafheem al-Quran, Lahore: Idara Tarjuman al-Quran, Volume 4, p. 296
6. Azad, Maulana Abul Kalam, Tafseer Tarjuman al-Quran, Lahore: Irfan Afdal Press, Volume I, 1931, p. 80
7. Nadwi, Hanif, 'Afkar-e-Ghazali', Lahore: Idara Saqafat Islamiya, 1966, p. 395
8. ghazali, Abu Hamid, 'Thya Ulum al-Din' Lahore: Maktaba Rahmania, p. 12
9. Sadiqi, Bukhtiar Hussain, Muslimano ki Taleemi Fikr ka Irtiqa, Lahore: Idara Saqafat Islamiya, 2009, p.7
14. Muhammad Zubair, Wujood Bari Ta'ala, Mazhab, Falsafah, aur Science ki Roshni Mein, Lahore: Dar al-Fikr al-Islami. 2017, p.106